نظرات

۱۰ر۱۱ر مارچ کو دہلی میں "آل انڈیا مسلم یونیورسٹی کنونشن" جس شان وشوکت سے انعقاد پذیر ہوا اس سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ "مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" کے مسئلہ نے ملت کے ہر طبقہ کو بے چین ومضطرب کر دیا ہے اور وہ کسی حالت میں بھی اپنے اس ملی سرمایہ سے دستکش ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس اجتماع کے تاریخی فیصلوں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ مسلم یونیورسٹی کا مسئلہ صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ تعلیم کی آزادی اور جمہوریت کی بقاء وتحفظ کا مسئلہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس کنونشن میں ملک کی مختلف جمہوری پارٹیوں کے نمایندے اور آزادیٔ تعلیم کے حامی ذمہ دارانہ حیثیت سے شریک ہوئے۔ نہ صرف شریک ہوئے بلکہ اپنے خیالات کا بے باکی اور صفائی سے اظہار کیا قبرستان مہدیان کے روحانی تاریخی میدان میں جس پر دو روز کے لئے چمنستان کا گمان ہونے لگا تھا ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے چھ سو کے قریب نمائندوں نے بھرپور حصہ لیا اور ایک آواز ہو کر سنجیدہ اور باوقار فیصلے کیے۔

صدر اجلاس جسٹس بشیر احمد صاحب کا فاضلانہ خطبہ اور مولانا سید ابوالحسن علی میاں کا افتتاحیہ بھی اس اجلاس کی خاص تاریخی دستاویزیں ہیں جن سے مسلم یونیورسٹی کے مسئلہ کا ایک ایک گوشہ واضح ہو جاتا ہے۔

اس خاص اجتماع کے علاوہ شہر میں دو عام اجتماعات بھی ہوئے جن میں باشندگان شہر ذوق و شوق سے شریک ہوئے اور کنونشن کے فیصلوں کی تصدیق کی یہ کنونشن دارالحکومت کے اجتماعات کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں "مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" نے ایک عظیم جلیل دانش گاہ کی حیثیت سے جو بے مثال تعلیمی، علمی اور فکری کردار ادا کیا ہے تعلیمی درسگاہوں کی تاریخ میں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے فیض یافتہ فرزندوں نے کم وبیش ایک صدی تک علم وتہذیب کی جو